بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ

بیان الفوائد

فی

حل شرح العقائد

تالیف

مولانا مجیب اللہ صاحب گونڈوی

استاذ دار العلوم دیوبند

علم کلام میں علامہ تفتازانی کی شاہکار تالیف شرح عقائد نسفی کی ایک ایسی اردو شرح
جس میں عبارت حل کرنے کے ساتھ تمام مشکل بحثوں کو ممکن حد تک آسان کرنے کی کوشش کی گئی ہے

مکتبہ حقانیہ

ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان
✆(061)-541093

وجادلهم بالتي هي احسن

بیان الفوائد

فی

حل شرح العقائد

حصہ ـــــــ اوّل

علمِ کلام میں علامہ تفتازانی کی شاہکار تالیف شرح عقائد نسفی کی ایسی اردو شرح جس میں عبارت حل کرنے کے ساتھ تمام مشکل بحثوں کو ممکن حد تک آسان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

تالیف

مولانا مجیب اللہ صاحب گونڈوی

استاذ دار العلوم دیوبند

مکتبہ حقانیہ

ٹی بی ہسپتال روڈ ملتان

(061)-541093

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ! علامہ سعد الدین تفتازانیؒ کی مایۂ ناز تالیف شرح عقائد نسفی کو اپنی خصوصیات اور درس نظامی میں شامل ہونے کے سبب بڑی اہمیت اور مقبولیت حاصل ہے۔ علم کلام میں اتنی شہرت اور مقبولیت کسی اور کتاب کو کم ہی ملی ہے ۔

سنہ ۱۴۰۲ھ میں جب مادر علمی دار العلوم دیوبند میں ، اس کتاب کی تدریس کی سعادت سے راقم الحروف بہرہ ور کیا گیا تو اس وقت کتاب کی دشواری کا اندازہ ہوا اور دل میں کتاب کی تشریح وتسہیل کا داعیہ پیدا ہوا مگر اپنی علمی کم مائیگی اور تدریسی مصروفیت کے سبب کئی سال تک کام شروع نہ کر سکا اور جب شروع کیا تو خرابیٔ صحت کے باعث تسلسل برقرار نہ رکھ سکا اور اس طرح کئی سال میں کتاب کی تشریح وتسہیل کا کام مکمل ہوا ۔ فالحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات ۔

اس شرح میں حل عبارت پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور اس بات کی امکانی کوشش کی گئی ہے کہ بات صرف حل عبارت تک محدود رکھی جائے اور دقیق علمی وفلسفیانہ مضامین کو آسان عبارت میں مرتب انداز میں پیش دیا جائے تاکہ طلبہ کو فہم کتاب میں دشواری نہ ہو ۔ بہرحال کتاب جیسی بھی ہے آپ کے سامنے ہے۔ اپنی بساط کے مطابق کتاب کو مفید سے مفید تر بنانے کی کوشش کی ہے ۔ اس کوشش میں کس حد تک کامیابی ملی ہے اس کا فیصلہ قارئین ہی کر سکیں گے ۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے ان کرم فرماؤں کا شکریہ ادا نہ کروں جن کے پیہم تقاضوں نے مجھے یہ اوراق سیاہ کرنے کی ہمت عطا کی ۔ خصوصاً برادر مکرم مولانا ریاست علی صاحب بجنوری اور مولانا عبد الرحیم صاحب بستوی اساتذہ دار العلوم دیوبند کا میں تہہ دل سے ممنون ہوں جن کے مشوروں سے مجھے بہت کچھ روشنی ملی اور ان حضرات نے رائے تحریر فرما کر کتاب کی قدر افزائی فرمائی ۔

پڑھنے والوں سے درخواست ہے کہ راقم کو دعائے خیر سے محروم نہ فرمائیں ۔ دعا ہے کہ جو پروردگار اپنے فضل سے سیئات کو حسنات میں تبدیل فرما دیتا ہے وہ مخلصین کی دعاؤں کی برکت سے احقر کی اس کاوش کو طلبہ کیلئے نفع بخش بنائے اور اپنی بارگاہ میں شرف قبول سے نوازے ۔ آمین

[illegible]

خادم تدریس دار العلوم دیوبند

۲۹ محرم سنہ ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۰ جولائی سنہ ۱۹۹۲ء

بروز جمعہ

قولہ: لولم تکن الخلافۃ حقالہ: یعنی اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ مستحق خلافت نہ ہوتے تو صحابہ ان کی خلافت پر اجماع نہ کرتے کیونکہ از روئے حدیث یہ امت کبھی باطل پر اجماع نہ کرے گی۔ بالخصوص اصحاب رسول جو انبیاء کے بعد افضل البشر ہیں۔

قولہ: وما وقع من الاختلافات والمحاربات الخ اشارہ جنگ جمل اور صفین کی طرف ہے۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے بارے میں نزاع کی وجہ سے نہیں بلکہ خطاء اجتہادی کی وجہ سے ہوئی حضرت علیؓ کو قاتلین عثمانؓ سے فوری قصاص لینے میں بغاوت کا اندیشہ تھا۔ اس لئے ان کا خیال تھا کہ جب تک خلافت کو استحکام حاصل نہ ہو جائے اس وقت تک اس مسئلہ کو ہاتھ نہ لگایا جائے۔ دوسری جانب حضرت معاویہؓ کے گروہ والے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پیش پیش تھیں فوری قصاص کو ضروری سمجھتے تھے۔ تاکہ عوام الناس اکابر پر ظلم و زیادتی کرنے پر جری نہ ہو جائیں۔

والخلافۃ ثلثون سنۃ ثم بعدها ملک وامارۃ لقولہ علیہ السلام الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ، ثم یصیر بعدها ملکا عضوضاً، وقد استشہد علیؓ علی رأس ثلثین سنۃ من وفات رسول اللہ علیہ السلام، فمعاویۃؓ ومن بعدہ لایکونون خلفاء بل ملوکا وامراء، وھذا مشکل، لان اھل الحل والعقد من الامۃ قد کانوا متفقین علی خلافۃ الخلفاء العباسیۃ وبعض المروانیۃ، کعمر بن عبد العزیز مثلاً ولعل المراد ان الخلافۃ الکاملۃ التی لا یشوبها شئ من المخالفۃ ومیل عن المتابعۃ تکون ثلثین سنۃ، وبعدها قد تکون وقد لا تکون، ثم الاجماع علی ان نصب الامام واجب، وانما الخلاف فی انہ یجب علی اللہ او علی الخلق، بدلیل سمعی او عقلی، والمذھب انہ یجب علی الخلق سمعاً لقولہ من مات ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ، ولان الامۃ قد جعلوا اھم المھمات بعد وفات النبی علیہ السلام نصب الامام، حتی قدموہ علی الدفن، وکذا بعد موت کل امام ولان کثیراً من الواجبات الشرعیۃ یتوقف علیہ، کما اشار الیہ بقولہ۔

ترجمہ اور خلافت تیس سال تک ہے اس کے بعد سلطنت اور امارت ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمانے کی وجہ سے کہ میرے بعد خلافت تیس سال تک رہے گی پھر اس کے بعد ظالم سلطنت ہوگی اور حضرت علیؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تیس سال پورا ہونے پر شہید ہو گئے۔ پھر تو معاویہ اور ان کے بعد کے حضرات خلیفہ نہ ہوں گے، بلکہ بادشاہ

اور امیر ہوں گے۔ اور یہ اشکال پیدا کرنے والی بات ہے کیونکہ امت کے ارباب حل وعقد خلفاء عباسیہ اور بعض مروانیہ مثلاً حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت پر متفق تھے اور شاید حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خلافت کاملہ جس میں (قانون اسلام) کی خلاف ورزی اور اتباعِ شریعت سے اعراض کی کچھ بھی آمیزش نہ ہو تیس ۳۰ سال تک رہے گی اور اس کے بعد کبھی ہوگی اور کبھی نہ ہوگی۔ پھر اجماع اس بات پر ہے کہ امام (اور خلیفہ) مقرر کرنا واجب ہے۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ اللہ پر واجب ہے یا مخلوق پر، دلیل سمعی سے واجب ہے یا عقلی سے، اور (اہل حق کا) مذہب یہ ہے کہ مخلوق پر دلیل سمعی سے واجب ہے۔ نبی علیہ السلام کے ارشاد فرمانے کی وجہ سے کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ اسے اپنے زمانہ کے امام اور خلیفہ کا پتہ ہی نہیں وہ جاہلیت کی موت مرا" اور اس لئے کہ امت نے نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد سب سے اہم کام امام اور خلیفہ مقرر کرنے کو قرار دیا۔ حتی کہ اس کو (نبی علیہ السلام کی) تدفین پر بھی مقدم کیا۔ اسی طرح ہر امام کی موت کے بعد (اس کی تدفین سے پہلے اگلا خلیفہ منتخب کیا)، اور اس لئے کہ بہت سے واجبات شرعیہ امام پر موقوف ہیں۔ (جو اس کے بغیر انجام ہی نہیں پا سکتے) جیسا کہ ماتن رح نے اپنے اگلے قول میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

تشریح ۱۱۱

خلافت بمعنیٰ اقامتِ دین کے سلسلہ میں نبی علیہ السلام کی نیابت آپ کی پیشین گوئی کے مطابق تسلسل کے ساتھ تیس سال تک رہی ہے جو حضرت علی رض کی شہادت پر تقریباً پورے ہو گئے۔ حقیقۃً تیس سال اس وقت پورے ہوئے جب حضرت حسن بن علی رض چھ ماہ تک خلافت کی باگ ڈور سنبھالے رہنے کے بعد حضرت معاویہ رض کے حق میں دست بردار ہوئے۔ اس لئے کہ حضرت ابوبکر رض کا زمانۂ خلافت دو سال تین ماہ ہے اور حضرت عمر رض کا دورِ خلافت دس سال چھ ماہ ہے اور حضرت عثمان رض کا دورِ خلافت بارہ سال اور حضرت علی رض کا دورِ خلافت چار سال نو ماہ ہے کل مجموعہ انتیس سال چھ ماہ ہوا۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حقیقۃً تیس سال پورے نہیں ہوتے بلکہ تقریباً تیس سال ہوتے ہیں۔

قولہ: وھذا مشکل الخ اشکال واضح ہے اور شارح رح نے لعل المراد الخ سے جو جواب دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ حدیث "الخلافۃ بعدی ثلاثون عاماً" میں خلافت سے خلافتِ کاملہ یعنی خلافت علیٰ منہاج النبوت مراد ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ متواتر اور مسلسل خلافت کاملہ کا دور تیس سال تک رہے گا۔ پھر تسلسل ٹوٹ جائے گا۔ کبھی ایسی خلافت ہوگی اور کبھی نہ ہوگی۔

قولہ: ثم الاجماع علیٰ ان نصب الامام واجب الخ صرف اہل السنت ہی نہیں بلکہ

اہل السنت اور معتزلہ اور شیعہ تینوں کا امام کا تقرر واجب ہونے پر اتفاق ہے۔ البتہ شیعہ امام کے تقرر کو اللہ تعالیٰ پر واجب مانتے ہیں اور اہل السنت اور معتزلہ دونوں امام کے تقرر کو امت پر واجب مانتے ہیں پھر اہل السنت والجماعت کہتے ہیں کہ خلیفہ یا امام کا تقرر امت پر شرعاً واجب ہے۔ دلائل یہ ہیں: (۱) حضور نے فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہیں جانا، تو وہ جاہلیت کی موت مرا (۲) نبی علیہ السلام کی وفات کے بعد صحابہؓ نے بالاتفاق خلیفہ مقرر کرنے کو ضروری سمجھا اور اس کام کو اتنا اہم قرار دیا کہ نبی علیہ السلام کی تدفین پر اس کو مقدم کیا (۳) بہت سی دینی امور مثلاً احکام شرعیہ کا اجراء وغیرہ بغیر خلیفہ کے پورے نہیں ہو سکتے اور یہ امر مسلم ہے کہ واجب جن چیزوں پر موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی ہیں اور معتزلہ کہتے ہیں کہ امت پر امام یا خلیفہ کا تقرر عقلاً واجب ہے۔ کیونکہ ہر جماعت کو ایک ایسی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے جو افرادِ امت کے جھگڑوں کو چکائے اور ملک میں امن وامان کے قیام کی ذمہ دار ہو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عقل وشرع دونوں خلیفہ وامام کے تقرر کی ضرورت پر متفق ہیں۔ عقل قوم کے نظم وضبط کے لئے ایک بااختیار حاکم کی ضرورت کا تقاضہ کرتی ہے اور شرع ملت کی پیشوائی کے لئے ایک ایسے اعلیٰ نمونہ کی طلب گار ہے جس کی طاقت کا سرچشمہ امت ہی کی طاقت ہو۔ اس کا ذاتی جاہ وجلال نہ ہو۔

والمسلمون لابدّ لهم من امام يقوم بتنفيذ احكامهم واقامة حدودهم وسدّ ثغورهم وتجهيز جيوشهم واخذ صدقاتهم وقهر المتغلبة والمتلصصة وقطاع الطريق، واقامة الجمع والاعياد وقطع المنازعات الواقعة بين العباد، وقبول الشهادات القائمة على الحقوق وتزويج الصغار والصغائر الذين لا اولياء لهم وقسمة الغنائم ونحو ذالك من الامور التي لا يتولاها آحاد الامة، فان قيل لِمَ لا يجوز الاكتفاء بذى شوكة في كل ناحية، ومن أين يجب نصب مَن له الرياسة العامّة، قلنا لانه يؤدي الى منازعات ومخاصمات مفضية الى اختلال امر الدين والدنيا، كما نشاهد في زماننا هذا، فان قيل فليكتف بذى شوكة له الرياسة العامة، اماماً كان او غير امام، فان انتظام الامر يحصل بذالك كما في عهد الاتراك، قلنا نعم يحصل بعض النظام في امر الدنيا، ولكن يختل امر الدين، وهو الامر المقصود الاهم والعمدة العظمى فان قيل فعلى ما ذكرتم ان مدة الخلافة ثلثون سنة، يكون الزمان بعد الخلفاء الراشدين خاليا عن الامام، فيعصى الامة كلهم ويكون ميتتهم ميتةً جاهليةً